اسلام اور معاشرتی عدل وانصاف

سید حسنین عباس گردیزی*

hasnain.gardezi@gmail.com

کلیدی کلمات: عدل ،قرآن کا عادلانہ نظام ،میانہ روی ،قصاص ،معاشی عدالت،معاشرتی عدل ،اسراف

خلاصہ

اسلام عدل اور اعتدال کا مکتب ہے۔ عدل سے مراد ہر چیز کو اس کے موقع و محل پر رکھنا اور ہر کام کو احسن طریقے سے انجام دینا ہے۔ اللہ تعالی عادل ہے اوراس کا ہر فعل عدل وحکمت پر مبنی ہے۔ تکوینی اعتبار سے یہ کائنات خداکے عادلانہ نظام پر قائم ہے اور تشریعی اعتبار سے انسانوں کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے جوضابطہ حیات، قانون اور شریعت دی گئی ہے وہ بھی نظام عدل پراستوار ہے۔اسلام میں تمام امور اور احکام میں ایک خاص اعتدلال حاکم ہے۔ اسلامی احکام میں عدالت اور اعتدلال کا عنصر، درحقیقت اسلام کے متوازن، متعادل اور متناسب دین ہونے پر دلالت کرتے ہے۔

اس مقالے میں قرآن اور سیرت معصومینؑ کی روشنی میں اسلامی عدل ونصاف کی وضاحت کرنے کی سعی کی گئی ہے۔اور قرآن کے عادلانہ طرز عمل کو آیات اورسیرت معصومینؑ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے اور اس میں قصاص،عبادت،تعریف وتنقید،محبت ودشمنی،روزمرہ اخراجات،خاندانی اور عائلی زندگی،معاشی زندگی،وسائل کی تقسیم،چیزوں کے استعمال،معاشرتی عدل وانصاف اور قانون کی نظر میں مساوات جیسے عناوین کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔

*۔چئیرمین نور الہدیٰ ٹرسٹ،مدرس جامعۃ الرضاو مدیر اعلیٰ مجلّہ نور معرفت "نمت" بارہ کہو اسلام آباد۔

مقدّمہ

اسلام عدل اور اعتدال کا مکتب ہے،اسلام راہ مستقیم ہے اور اسلامی امت ایک وسطی، درمیانی اور معتدل امت ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

”وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔“ (1)

ترجمہ: ” اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا دیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں اور آپ پہلے جس قبلے کی طرف رخ کرتے تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا تاکہ ہم رسول کی اتباع کرنے والوں کو الٹا پھر جانے والوں سے پہچان لیں اور یہ حکم اگرچہ سخت دشوار تھا مگر اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ لوگوں کے لئے (اس میں کوئی دشواری نہیں) اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا،اللہ تو لوگوں کے حق میں یقیناً بڑا مہربان، رحیم ہے۔“

اسلام کا سارا نظام، عدل پر استوار ہے اس کے احکامات عادلانہ، متوازن اور متناسب ہیں، اس کی تعلیمات میں اعتدال پایا جاتا ہے اس کے فرمان عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے خود عدل کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ارشاد الٰہی ہے: ”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ۔“ (2) یعنی: ”یقیناً اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔“ عدل کا مطلب یوں بیان ہوا ہے: ”اِعطاء کُلِّ ذی حقّ حقَّہٗ۔“ یعنی: ”ہر صاحب حق کو اس کا حق دینا۔“ پس دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کی ادائیگی عدل کہلاتی ہے اور دوسروں کے حقوق پائمال کرنا ظلم کہلاتا ہے۔ ظلم عدل کا متضاد ہے۔

عدل کا ایک اور معنی بھی کیا گیا ہے جو اول الذکر معنی سے زیادہ وسیع ہے۔ اس کے مطابق عدل سے مراد ” وضع کل شیئ فی موضعه “ یعنی ہر چیز کو اس کے موقع و محل پر رکھنا اور ہر کام کو احسن طریقے سے انجام دینا عدل کہلاتا ہے۔اس تعریف کی رو سے عدل حکمت کے مترادف ہے اور عادلانہ کام، حکیمانہ کام کے مساوی قرار پاتا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ عادل ہے اس کا ہر فعل عدل وحکمت پر مبنی ہے۔ تکوینی اعتبار سے یہ کائنات اس مقدس ذات کے عادلانہ نظام پر قائم ہے کائنات کے تمام امور میں عدل کی حکمرانی ہے اور ہر

چیز میں عدل کارفرما ہے۔اسی طرح تشریعی اعتبار سے انسانوں کے لئے اسی کی طرف سے جو ضابطہ حیات، قانون اور شریعت دی گئی ہے وہ بھی اس حکیم ذات کے نظام عدل پر استوار ہے۔
پس اسلام میں اگر گریہ وزاری اور خوف الٰہی سے رونے پر تاکید ہے تو میدان جنگ میں تلوار و نیزے کا ذکر ہے اگر دین بدن کی صحت وسلامتی کا پروگرام دیتا ہے تو روح کی ترقی اور بلندی کا بھی درس دیتا ہے۔ اسلام میں جہاں نماز (اللہ تعالیٰ سے رابطہ) کا حکم ہے وہاں زکوۃ(لوگوں سے رابطہ) کا بھی حکم ہے۔اگر اسلام نے ہمیں تولیٰ یعنی اللہ، رسولؐ اور اولیاء الٰہی سے دوستی اور محبت کا فرمان دیا تو اس کے مقابلے میں ان کے دشمنوں سے دوری اور نفرت کا بھی حکم صادر کیا ہے۔
ایک طرف اسلام اگر علم کی حمایت کرتا ہے۔ تو دوسری طرف عمل ہر بھی زور دیتا ہے۔ اگر ایمان کی بات کرتا ہے تو اس کے ساتھ عمل صالح کو بھی لازم قرار دیتا ہے اگر خدا پر بھروسہ اور توکل کی تعلیم دیتا ہے تو اسی وقت سعی اور کوشش کو بھی ضروری سمجھتا ہے۔اگر اسلام میں مالکیت کا احترام کیا جاتا ہے تو دوسری جانب دوسروں کو ضرر پہنچانے اور مالکیت سے سوء استفادہ کرنے کو بھی ممنوع قرار دیتا ہے۔ اگر عفو ودرگذر کا حکم دیتا ہے تو حدود اور سزاؤں کے اجراء کا قطعی فرمان بھی جاری کرتا ہے۔ جہاں اسلام عبادت پر زور دیتا ہے وہاں عقل و فکر کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔
یہ تمام امور اسلام کے متوازن، متعادل اور متناسب دین ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔اسلام میں تمام عہدوں کے لئے عدالت بنیادی شرط ہے۔ اسلام میں عادلانہ نظام یا معاشرتی عدالت سے مراد تمام حقوق کی حفاظت، قانون کی نظر میں سب کا مساوی اور برابر ہونا،امتیازات کی نفی، طبقاتی تقسیم کی نفی اور ظلم وانصافی کا مکمل خاتمہ ہے۔ ایک اسلامی نظام میں حکمران سے لے کر امام جماعت تک، قاضی سے لے کر ولایت فقہیہ تک، بیت المال کے مسئول آڈیٹر جنرل سے لے کر کلرک تک، سب افراد کو عادل ہونا چاہئے۔ یہاں تک کہ عدالت میں گواہوں کو عادل ہونا چاہئے۔طلاق کے مسئلہ میں بھی گواہوں کا عادل ہونا شرط ہے۔ خبر نگاری میں بھی صرف عادل افراد کی خبر پر اطمینان کیا جاسکتا ہے غیر عادل کی خبر قابل تحقیق ہے۔عادل سے مراد وہ اشخاص میں جو بُری شہرت کے حامل نہ ہوں، پہلے کسی جرم میں سزا یافتہ نہ ہوں اور نیکی اور تقویٰ میں معروف ہوں۔ مختصر یہ کہ اسلام نے عدل کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور معاشرے کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں خواہ وہ حقوق کے امور ہوں یا معاشرتی مسائل ہوں یا کہ خاندانی

معاملات ہوں یا پھر ان کا تعلق معاشیات سے ہو یا سیاسیات سے؛ سب کا تعلق اور بنیاد عدل وانصاف پر قائم ہے۔ حتیٰ اسلام کے نظام مساوات کی اساس بھی عدل ہے۔ اپنی بات کے اثبات کے لئے ہم قرآن، حدیث اور سیرت معصومین علیہم السلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

قرآن کا عادلانہ طرز عمل

1. جب قرآن شراب کو حرام قرار دیتا ہے تو اس سے پہلے اس کے ظاہری فوائد کی طرف اشارہ کرتا ہے پھر فرماتا ہے: " يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ۔" (3)
2. ترجمہ: "لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہد یجیے: ان دونوں کے اندر عظیم گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی، مگر ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے کہیں زیادہ ہے اور یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہد یجیے: جو ضرورت سے زیادہ ہو، اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے لئے کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو۔"
3. اسلام اپنے تمام امتیازات اور خصوصیات کے باوجود دیگر آسمانی کتابوں کو نظرانداز نہیں کرتا اور فرماتا ہے: "وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ۔" (4)

ترجمہ: "اور ہم نے جو کتاب آپ کی طرف وحی کی ہے وہی برحق ہے، یہ ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی ہیں، یقیناً اللہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، ان پر نظر رکھنے والا ہے۔"

4. اہل کتاب کی امانتداری کے حوالے سے سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکتا بلکہ فرماتا ہے: "وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِن تَأْمَنْهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔" (5) یعنی: "اور اہل کتاب میں کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر آپ اسے ڈھیر دولت کا امین بنادیں تو وہ آپ کو لوٹا دے گا، البتہ ان میں کوئی ایسا بھی ہے جسے اگر آپ اک دینار کا بھی امیں بنادیں تو وہ آپ کو ادا نہیں کرے گا جب تک آپ اس

کے سر پر کھڑے نہ رہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: ناخواندہ (غیر یہودی) لوگوں کے بارے میں ہم پر کوئی ذمے داری نہیں ہے اور وہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔"

کفار و دشمنوں کے ساتھ عدل وانصاف

1. غیر مسلم اگر فتنہ پرور نہ ہو اپنے باطل نظریات کو لوگوں میں رائج کرنے اور حق کا راستہ روکنے میں کوئی کردار ادا نہ کرے تو اسلام میں اس کے لئے پیغام امن ہے لیکن اگر وہ فتنے سے باز نہیں آئے تو پھر مسلمانوں کو ان سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔ فتنے اور لڑائی سے باز آجانے کی صورت میں ان پر کوئی زیادتی نہ ہو گی۔ ارشاد رب العزت ہے: "فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔" (6) یعنی: "لیکن اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑائی کرو کافروں کی ایسی ہی سزا ہے۔"
2. اسلام نے کسی کو بھی ناحق مارنے کی اجازت نہیں دی لیکن اگر کوئی شخص ناحق مارا جائے تو عدل کے تقاضوں کے مطابق اس کے وارث کو اختیار ہے کہ وہ قصاص لے یا دیت لے کر قصاص معاف کرے۔ قرآن فرماتا ہے: "وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا۔" (7) یعنی: "اور جو شخص ناحق مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے، پس اسے بھی قتل میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔"

قتل میں اسراف نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وارث کو صرف قاتل سے قصاص لینے کا حق ہے دیگر عزیزوں سے نہیں۔ ایک کے بدلے میں صرف ایک مارا جائے گا زیادہ نہیں مگر انسانی حقوق کا پرچار کرنے والے اپنی قوم کے ایک فرد کا قصاص دوسری پوری قوم سے لیتے ہیں۔ قرآن کے اس حکم کا عملی نمونہ ہمیں حضرت علی علیہ السلام کی سیرت میں ملتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ضربت کھانے کے بعد اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "لَا تَقْتُلُنَّ بِي إِلَّا قَاتِلِي۔۔۔ فَاضْرِبُوهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ۔" یعنی: "میری شہادت کے بہانے لوگوں کا قتل عام نہ کرنا بلکہ صرف میرے قاتل (ابن ملجم کو قتل کرنا۔" پھر

فرمایا اس نے مجھے ایک ضربت ماری ہے تم بھی اُسے ایک ضربت لگانا۔ (مکتوب،۴۷) حضرت علی علیہ السلام اپنے خون میں غلطان تھے لیکن عدل وانصاف کو قائم رکھا اور عدل کے مدار سے خارج نہیں ہوئے۔

3. اسلام کسی پر زیادتی کرنے کا حکم نہیں دیتا اور اگر کوئی زیادہ کرے تو اس کا اسی طرح سے بدلہ لینے کا حکم دیتا ہے یعنی بدلہ لینے میں عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ارشاد الٰہی ہے کہ: ”فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُواْ عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ وَاتَّقُواْ اللّٰهَ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ۔“ (8) ترجمہ: ”پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی طرح زیادتی کرو جس طرح اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔“

4. دشمنوں کے ساتھ عدل ارشاد ہوتا ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔“ (9) یعنی: ”اے ایمان والو! اللہ کے لئے بھرپور قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہاری بے انصافی کا سبب نہ بنے، (ہر حال میں) عدل کرو! یہی تقویٰ کے قریب ترین ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔“

متعدد آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام عدل وانصاف کو بنیادی انسانی حقوق میں سے قرار دیتا ہے۔ اس میں مذہب، نسل وغیرہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ مذکورہ آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی عدل وانصاف سے پیش آئیں کیونکہ جہاں وہ دشمن ہے وہاں انسان بھی ہے بلکہ پہلے انسان اور بعد میں دشمن ہے۔

عادلانہ قصاص:

قصاص ایک اہم ترین اسلامی حکم ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

”وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاْ أُولِي الأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔“ (10)

ترجمہ: "اور اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے، امید ہے تم (اس قانون کے سبب) بچتے رہو گے۔"

اس میں کس قدر عدل کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

" وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ " (11)

ترجمہ: "اور ہم نے توریت میں ان پر (یہ قانون) لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ہیں اور زخموں کا بدلہ (ان کے برابر) لیا جائے، پھر جو قصاص کو معاف کردے تو یہ اس کے لئے (گناہوں کا) کفارہ شمار ہوگا اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلے نہ کریں پس وہ ظالم ہیں۔"

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت جس نے فحشاء کا ارتکاب کیا تھا حضرت علی علیہ السلام کی عدالت میں لائی گئی۔ امام علیہ السلام نے پوری تحقیق کرنے کے بعد حکم الٰہی کو جاری کرنے کا حکم دیا اور آپ کے غلام قنبر کو عورت کو کوڑے مارنے پر مامور کیا گیا۔اس نے غصے میں آکر تین کوڑے زیادہ مار دیئے جونہی حضرت علی علیہ السلام اس سے آگاہ ہوئے انہوں نے کوڑا اپنے ہاتھ میں پکڑا اور قنبر کو لٹا کر وہی تین اضافی کوڑے اُسے لگادیئے۔یہ ہے اسلامی عدل وانصاف، جہاں سالہا سال سے خدمت گذار اور "حد" کے اجراء پر مامور شخص کے لئے بھی کوئی رورعایت نہیں برتی جاتی۔دنیا حضرت علی علیہ السلام کے عدل کو کہاں پاسکے گی!

عبادت میں میانہ روی

اسلام میں مستحب عبادت پر بہت زور دیا گیا ہے لیکن اس بات کی تاکید کی ہے کہ اگر عبادت غیر واجب کے لئے قلبی آمادگی نہیں تو اُسے زبردستی اپنے اوپر بوجھ نہ بناؤ اور کوششوں کرو کہ عبادت کو قلبی لگاؤ اور شوق ورغبت سے انجام دیں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "لَاتُكْرِهُوا اِلٰی انفُسِكُمُ العِبادَةَ ۔" (12) یعنی: "عبادت کو اپنے اوپر زبردستی لاگو نہ کرو ۔" ایک اور روایت میں یوں فرمایا گیا ہے: "لَاتُكْرِهُوا عِبادَةَ اللهِ اِلٰی عِبادِاللهِ۔" (13) یعنی: "عبادت کو اللہ کے بندوں پر بوجھ نہ بناؤ۔"

تعریف و تنقید میں عدل

جن امور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے ان میں ایک بے جا تعریف اور غلط تنقید ہے جس کے معاشرے پر بُرے اثرات پڑتے ہیں۔اس حوالے سے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"اَلثَّنَاءُ بِاَكْثَرَ مِنَ الْاِسْتِحْقَاقِ مَلَقٌ وَّ التَّقْصِيْرُ عَنِ الْاِسْتِحْقَاقِ عَيٌّ اَوْ حَسَدٌ۔" (14)

یعنی: "نااہل کی تعریف یا حق سے زیادہ کسی کی مدح، خوشامد اور چاپلوسی ہے اور حقدار اور لائق کی مدح و ستائش نہ کرنا عاجزی یا حسد ہے۔"

پس دوسروں کی مدح و تعریف کرتے ہوئے بھی ہمیں عدل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے ورنہ دو عیبوں میں سے کسی ایک میں مبتلا ہو جائیں گے۔

محبت اور دشمنی میں عدالت

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:"اَلْاِفْرَاطُ فِي الْمَلَامَةِ يَشُبُّ نِيْرَانَ اللَّجَاجَةِ ۔" (15) یعنی:"سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ میں افراط اور زیادتی ضد اور سرکشی کی آگ بھڑکاتی ہے۔"اسی طرح سے بچوں سے حد سے زیادہ پیار و محبت بھی انہیں بگاڑ دیتا ہے دوسری طرف ایسا بھی نہ ہو کہ وہ محبت سے محروم کر دیئے جائیں۔اس بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ مَنْ كَانَ لَهُ صَبِيٌّ صَبَا۔ جس کا بچہ ہو اُسے چاہیے کہ وہ بچہ بنے یعنی اس کے ساتھ گفتگو کرے اس کے ساتھ کھیلے تاکہ اس کی نفسیاتی ضرورت پوری ہو سکے۔

اخراجات میں اعتدال و توازن

قرآن مجید نے زندگی کے اخراجات میں بھی عدل سے کام لینے کی ہدایت کی ہے۔ارشاد ربّانی ہے:

"وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا۔" (16)

ترجمہ: "اور یہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ ان کے درمیان اعتدال رکھتے ہیں۔"

قرآن مجید نے عبادالرحمٰن کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی بخل سے کام لیتے ہیں۔اسراف اور فضول خرچی طاقت کا ضیاع ہے اور کنجوسی طاقت کا جمود ہے۔اسلام فردی ملکیت کا

قائل ہے لیکن اس ملکیت میں نہ ضیاع کی اجازت دیتا ہے، نہ جمود اور سرمائے کے ٹھہراؤ کی، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک اعتدال کی سفارش کرتا ہے یعنی سرمائے کے حوالے سے بھی عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔
حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہوا:

"وَلاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا۔" (17)

ترجمہ: "اور نہ تو آپ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھ کر رکھیں (یعنی کنجوسی نہ کریں) اور نہ ہی اسے بالکل کھلا چھوڑ دیں (یعنی فضول خرچی نہ کریں)، ورنہ آپ ملامت کا نشانہ اور تہی دست ہو جائیں گے۔"

یہ حکم آنحضرتؐ جو کہ سربراہ حکومت بھی تھے کو دیا گیا ہے اور ان کے ذریعے پوری امت کو یہ پیغام دیا گیا ہے۔ اگر حکومتوں کی سطح پر اس پر عملدرآمد کیا جائے تو ملک معاشی بدحالی سے نکل سکتے ہیں، ان میں معاشی ترقی اور خوشحالی آسکتی ہے۔ آج ہمارے ملک اور دیگر ممالک میں معاشی بدحالی کا ایک اہم عامل حکومتی سطح پر فضول خرچی اور اسراف ہے۔

گھر کے اندر عدل وانصاف

اسلام نے مرد کو اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے چار بیویوں کی اجازت دی ہے اور ان کے حقوق مقرر فرمائے ہیں لیکن یہ اجازت اس صورت میں ہے جب وہ ان سب کے حقوق کو پورا کرے اور ان کے درمیان عدل وانصاف سے کام لے لہٰذا فرمایا:

"وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلاَّ تَعُولُواْ۔" (18)

ترجمہ: "اور اگر تم لوگ اس بات سے خائف ہو کہ یتیم (لڑکیوں) کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو دوسری عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین یا چار چار سے نکاح کرلو، اگر تمہیں خوف ہو کہ ان میں عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت یا لونڈی جس کے تم مالک ہو (کافی ہے)، یہ ناانصافی سے بچنے کی قریب ترین صورت ہے۔"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیماری کی حالت میں بھی بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کا خیال رکھتے تھے اور ہر رات اپنے بستر بیماری کو اس زوجہ کے گھر میں منتقل کراتے جس کی باری اس رات ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی بیوی کو دوسری پر ترجیح

نہیں دیتے تھے سب سے مساوی سلوک کرتے تھے۔ روزانہ سب کے پاس تشریف لے جاتے، اس کا حال احوال پوچھتے لیکن رات کو سونا باری کے حساب سے ہوتا تھا اگر آپ باری کو تبدیل کرنا چاہتے تو پہلے اس بیوی سے اجازت لیتے تھے۔ اسی طرح جس زمانے میں حضرت علی علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں آپ بھی عدل کا یہاں تک خیال رکھتے تھے کہ جس بیوی کے گھر باری ہوتی اس دن دوسری کے گھر سے وضو بھی نہیں فرماتے تھے۔

معاشیات میں عدل

اسلام کے معاشی نظام بھی عدل پر استوار ہے اس میں کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا ہر ایک کو اس کے کام کی حیثیت سے معاوضہ ملتا ہے یا اپنی ضروریات کے حساب سے وہ اپنی زندگی گذارتا ہے۔

اسلام نے تاکید فرمائی ہے کہ اپنے اوقات کو چند حصوں میں تقسیم کیا جائے، انسان دن کے اوقات کا ایک حصہ کام کے لئے، ایک حصہ عبادت کے لئے اور ایک حصہ جائز تفریح اور حلال لذتوں کے لئے مخصوص کردے تاکہ اس طرح سے وہ اپنی مادی اور معنوی یا روحانی ضروریات کو پورا کرسکے۔(19)

دوسری طرف یہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر بعض افراد کے کام کی مقدار اتنی زیادہ ہو کہ دوسروں کے لئے کام کی گنجائش اور مواقع کم کردے تو اسلامی حکمران اور ولایت فقیہ کو حق حاصل ہے کہ وہ اسے کنٹرول کرے مثلاً اگر چند افراد نے میلوں تک بنجر زمین کو محنت کرکے آباد کردیں تو اسلامی قانون" مَنْ اَحْيِیٰ اَرْضاً مَوَاتاً فِهِیَ لَهُ " "جس نے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اس کا مالک بن جائے گا" کے تحت وہ اس زمین کے مالک بن جائیں گے لیکن ان کے آباد کرنے سے چند دیگر لوگ محروم ہوجائیں اور لوگوں کی معاشیات کا توازن بگڑ جائے تو یہاں پر حکومت اسلامی عدل کی بنیاد پر ان کے آباد کرنے کے علاقے کو محدود کرسکتی ہے۔(20)

وسائل کی تقسیم میں عدل

ملک کے دور دراز علاقوں کے لئے وہی خرچ کیا جائے جو نزدیک ترین علاقوں کے لئے عدل کا ایک وسیع مفہوم ایک عدل اجتماعی ہے جس کے تحت معاشرے کے تمام افراد کو ترقی کے یکساں مواقع میسر آئیں اس طرح ملکی وسائل اور سہولیات بھی تمام لوگوں کے لئے یکساں اور بطوری مساوی مہیا ہوں نہ یہ کہ عوام کا ایک طبقہ تو ہر قسم کے سائل اور سہولیات سے بہرہ مند ہو لیکن دوسرا طبقہ زندگی کی بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہو مالک کے بعض علاقے تو ترقی یافتہ ہوں اور بعض دیگر علاقے میں پس ماندہ اور محرومی کا شکار

ہوں یہ معاشرتی ظلم اور ناانصافی ہے اس کے مقابلے میں اسلام عدالت اجتماعی یا معاشرتی عدل انصاف کی بات کرتا ہے۔ اسی مطلب کو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے اس خط میں جو جناب مالک اشتر کو دیا جب انہیں مصر کا حاکم بنایا بیان کیا ہے: "اِنَّ لِلْاَقْصیٰ مِثْلُ الَّذِی لِلْاَدْنیٰ۔" (21) یعنی: "ملک کے دور دراز علاقوں کے لئے وہی خرچ کیا جائے جو (دار الخلافہ) کے نزدیک تر علاقوں کے لئے ہو۔"

بعض انبیاء علیہم السلام جیسے حضرت شعیب علیہ السلام نے توحید اور نبوت کے بعد سب سے پہلا پیغام عادلانہ تقسیم کا دیا ہے اور کم فروشی کرنے والوں کو خبردار کیا ہے۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

"وَيَاقَوْمِ أَوْفُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلاَ تَعْثَوْاْ فِي الأَرْضِ مُفْسِدِينَ۔" (22)

ترجمہ: "اے میری قوم! انصاف کے ساتھ پورا ناپا اور تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھیرو۔"

استعمال میں عدل

روزمرہ ضروریات کے استعمال کی چیزوں میں بھی عدل سے کام لینا چاہیے۔ اس حوالے سے قرآن فرماتا ہے: "كُلُواْ مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُواْ حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔" (23)

ترجمہ: "ان پھلوں کو کھاؤ، البتہ ان کی فصل کاٹنے کے دن اس (اللہ) کا حق (غریبوں کو) ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو، بتحقیق اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

"كُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔" (24)

ترجمہ: "کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو، اللہ (تعالیٰ) اسراف کرنے والوں کو یقیناً دوست نہیں رکھتا۔"

"كُلُواْ مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ۔" (25)

ترجمہ: "جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس میں سرکشی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا بتحقیق وہ ہلاک ہو گیا۔"

آج ہمارے ملک میں جتنا کھانا ضائع ہوتا ہے اگر اسے روک دیا جائے تو ہمارے ملک میں تمام غریبوں کا پیٹ بھرا جاسکتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَمَلْبَسُهُمُ الِاقْتِصَادُ۔" (26)

یعنی: "اور ان کا لباس میانہ روی ہے" یعنی میانہ روی اور اعتدال ان کے لباس میں نمایاں ہے۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "لَوِ اقْتَصَدَ النّاسُ فِی المَطْعَم لَا سْتَقَامَتْ اَبْدانُهُمْ۔" یعنی: "اگر لوگ کھانے پینے میں میں میانہ روی اور اعتدال سے کام لیں تو ان کے بدن مضبوط اور صحت مند رہیں۔"
قرآن فرماتا ہے: "وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ حَلَالاً طَيِّبًا۔" (27) یعنی: "اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں پاک اور حلال رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ۔" کھانے پینے میں اعتدال جہاں انسانی صحت کے لئے لازم اور ضروری ہے وہاں وسائل اور اخراجات کی بچت بھی ہے علاوہ ازیں حلال اور پاکیزہ غذائیں کھانا اور حرام اور نجس غذاؤں سے پرہیز بھی عدل کا ایک مصداق ہیں۔

روایات میں عدالت کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"عدلُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبادةِ سبعين سَنَةٍ قِيامُ لَيْلُها وصيام نَهارُها۔" (28)

یعنی: "ایک گھڑی کا عدل ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے، جن میں رات کو قیام اور دن کو روزہ ہو۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَعَمَلُ الاِمام العادِلِ فِی رَعِيَّتِهِ يَوماً وَاحِداً اَفْضَلُ مِنْ عِبادَةِ العابِدِ فی اَهْلِهِ مِأةَ عامٍ اَوْ خَمْسِينَ۔" (29)

یعنی: "امام عادل کا اپنی رعایا میں عدل وانصاف کے ساتھ ایک دن عابد کی اپنے اہل میں سو سال یا پچاس سال کی عبادت سے افضل ہے۔"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اَلاِمامُ العادِلُ لا تُرَدُّ لَهُ دَعْوَةٌ۔" یعنی: "رہبر عادل کی دعا ہر گز رد نہیں ہوتی۔" امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "فِی العَدْلِ صَلاحُ الْبَرِيَّةِ وَالاَ قْتِداءُ بِسُنَّةِ اللهِ۔" (30) یعنی: "عدالت مخلوق اور لوگوں کے لئے بہتر اور مصلحت بھی ہے اور سنت الٰہی کی پیروی بھی۔" "وقَالَ: اَلْعَدْلُ حَيٰوةٌ والجَوْرُ مَمٰاتٌ۔" یعنی: "عدالت اجتماعی زندگی اور ظلم اجتماعی موت ہے۔"
حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا عدالت افضل ہے یا سخاوت؟ انہوں نے فرمایا:
" اَلْعَدْلُ يَضَعُ الأُمُور مَوَاضِعَهَا، والجودُ يُخْرِجُها مِنْ جِهَتِهَا وَالْعَدْلُ سائس عامٌ والجودُ عارض خاصٌّ، فالعدلُ اَشْرَفُهُمَا وَاَفْضَلُهُمَا۔" (31)

یعنی: ”عدل ہر چیز کو اس مقام اور جگہ پر قرار دیتا ہے لیکن سخاوت اُسے اس کے راستے سے خارج کر دیتی ہے۔ عدالت ایک عمومی قانون اور قاعدہ ہے جبکہ سخاوت ایک خاص جہت اور پہلو سے ہوتی ہے۔ لہٰذا عدل بہتر اور افضل ہے۔“

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے آیت ” یُحی الارضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ (32) کی تفسیر میں فرمایا: زمین عدل وانصاف کے قیام اور حدود الٰہی کے نفاذ سے زندہ ہوتی ہے۔انہوں نے فرمایا:

لیس یُحْیِیْهَا بِالقَطْرِ وَ لٰکِنْ یبعثُ اللهُ رِجالاً فَیُحْیُونَ العَدْلَ فَتُحْیَا الارضُ لِاِحْیَاءِ العَدْلِ وَ اِلاِ قَامَۃُ العَدْلِ فِیْہِ اَنْفَعُ فِی الارضِ مِنَ القَطْرِ اَرْبَعِینَ صبَاحاً۔ (33)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعے زمین کو زندہ کرتا ہے بلکہ وہ ایسے مردوں کو مبعوث فرماتا ہے جو اصول عدالت کو زندہ کرتے ہیں اور زمین عدل وانصاف کے برپا ہونے سے زندہ ہوتی ہے۔ یہاں امام نے انحصار کی نفی کی ہے یعنی صرف بارش کا نزول زمین کے زندہ ہونے کا سبب نہیں ہے بلکہ عدل وانصاف کا قیام بھی اس کا ایک اہم سبب ہے۔

عدالت کا قیام انبیاء کے اہداف میں سے ایک ہدف ہے

”لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔“ (34)

ترجمہ: ”بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ عدل قائم کریں۔“

اس آیت میں تمام انبیاء کے مبعوث ہونے کی غرض وغایت کا خلاصہ بیان فرمایا ہے کہ انہیں شریعت، آیات، کتابیں اور میزان عطا ہوا ہے ان سب کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ عدل وانصاف قائم کریں اور اس مسئلے یعنی عدل وانصاف کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے والوں کے مقابلے کے لئے لوہا نازل کیا تاکہ اس کے ذریعے سے ان کا قلع قمع کیا جاسکے۔

عدالت ایک فطری امر ہے

ایک بچے کی مثال: اگر وہ سیب کھارہا ہو اور وہ آپ کے سپرد کرکے پانی پینے کے لئے چلا جائے اور جب واپس آئے تو دیکھے کہ آپ نے کچھ سیب کھالیا ہے تو وہ عجیب نظروں سے دیکھے گا اگر زبان سے سے کچھ نہ بھی کہے لیکن چہرے کے تاثرات سے ناگواری اور ناراضگی ضرور ظاہر ہوگی۔ چور اور ڈاکو لوٹا ہوا مال

عدالت کے مطابق تقسیم کرتے ہیں یعنی مساوی اور برابر تقسیم کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ عدل وانصاف ایک فطری جذبہ ہے جو ہر جگہ پر نمایاں نظر آتا ہے۔

معاشرتی عدل وانصاف اور سیرت معصومین علیہم السلام

حضرت علی علیہ السلام نے زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی عدل انصاف کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا اور زندگی کے تمام شعبوں میں عدل وانصاف کی حکمرانی کی بہترین مثال پیش کی۔ آپ کا عدل بے مثال تھا یہاں تک کہ بعض مفکرین نے یہاں تک کہہ دیا کہ آپ عدل کی وجہ سے شہید ہوئے یعنی آپ کا عدل وانصاف آپ کے قتل کا سبب بنا۔ یہاں پر ہم ان کے عدل وانصاف کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

(i) بیت المال کی مساوی تقسیم: جب مال کی تقسیم میں آپ کے برابری و مساوات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑ اٹھے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"۔۔۔وَلَوكَانَ المَالُ لِیْ لَسَوَّیْتُ بَیْنَهُمْ فَکَیْفَ۔۔۔فَشَرٌّ خَلِیل وَالْاَمُ خَدِینٍ۔" (35)

یعنی: "۔۔۔۔(۱) اگر یہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کرتا۔ چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔ (۲) دیکھو بغیر کسی حق کے دادودہش کرنا بے اعتدالی اور فضول خرچی ہے۔ (۳) اور یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کردیتی ہے لیکن آخرت میں پست کردیتی ہے۔ لوگوں میں تو اس کی عزت میں اضافہ کرتی ہے مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے۔ (۴) جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق یا نااہل افراد کو دے گا۔ اللہ اُسے ان کے شکریہ سے محروم ہی رکھے گا اور ان کی دوستی اور محبت بھی دوسروں ہی کے حصہ میں جائے گی اور اگر کسی دن اس کے پیر پھسل جائیں اور یہ ان کی امداد کا محتاج ہو جائے تو وہ اس کے لئے بہت ہی برے ساتھی اور کمینے دوست ثابت ہوں گے۔"

(ii) عرب اور عجم میں کوئی فرق نہیں: دو عورتیں بیت المال سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آئیں۔ ان میں سے ایک عرب اور دوسری غیر عرب تھی امام علیہ السلام نے اپنی دائمی عادلانہ روش کے مطابق دونوں کو برابر حصہ دیا۔ عرب عورت چیخ اٹھی اور آپ پر اعتراض کیا کہ آپ عرب اور عجم میں برابر تقسیم کرتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا میں دونوں میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔

کئی بار آپ کی اسی عادلانہ روش پر لوگوں نے اعتراضات کیے اور آپ پر تنقید کی مگر یہ سب کچھ آپ کو عدل وانصاف سے نہ روک سکا۔ آپ قرآن کی زبان میں ان افراد میں تھے جن پر یہ ملامتیں اثر نہیں کرتی تھی۔ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (36)

(iii) ایک روٹی کی عادلانہ تقسیم: ایک دفعہ کچھ بیت المال امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا لوگ اس کے لینے کے لئے جمع ہوگئے آپ نے ایک رسی باندھ کر اس کی حد بندی کر دی پھر آپ خود اندر داخل ہوئے اور اس وقت کے دستور کے مطابق مال کو سات قبائل کے سرداروں میں تقسیم کر دیا تاکہ وہ اپنے افراد میں تقسیم کریں۔ آخر میں دیکھا کہ ایک روٹی بچ گئی ہے آپؑ نے فرمایا اسے بھی سات مساوی ٹکڑے کرکے تقسیم کر دیا جائے۔ (37)

(iv) عدالت علی علیہ السلام کا ایک اور نمونہ: ایک دن امیر المومنین علی ابن بی طالب علیہ السلام کے بھائی حضرت عقیل اپنے پریشان حال اور بھوکے بچوں کو لے کر آپؑ کی خدمت میں آئے اور بیت المال میں سے اپنا حصہ بڑھانے کی درخواست کی۔ فطری امر ہے کہ ہر شخص بچوں کی حالت دیکھ کر متاثر ہوتا ہے۔ لیکن امام علیہ السلام نے دوٹوک جواب دیا اور حصہ بڑھانے سے انکار کر دیا اور اپنی بات کا فلسفہ سمجھانے کے لئے لوہے کی سلاخ گرم کرکے ان کے نزدیک کی اور فرمایا جیسا کہ تو اس کے نزدیک ہونے سے ڈرتا ہے میں بھی عذاب جہنم سے ڈرتا ہوں۔ (اسی واقعہ کا ذکر خود مولا علیؑ نے نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۱ میں ذکر کیا ہے) (38)

(v) ایک اور نمونہ: حضرت علی علیہ السلام بیت المال کو تقسیم کر رہے تھے تو امام علیہ السلام کے پوتوں یا نواسوں میں سے ایک بچے نے کوئی چیز اٹھائی اور بھاگ گیا۔ یہاں پر ہر باپ ممکن ہے اسے نظر انداز کر دے مگر امام علیہ السلام اس کے پیچھے بھاگے اور اُس چیز کو اس کے ہاتھ سے لیا اور دوبارہ بیت المال میں رکھ دیا۔ لوگوں نے کہا۔ اس بچے کا بھی تو حصہ ہے۔ امامؑ نے فرمایا ہر گز نہیں، صرف اس کے باپ کا حصہ ہے اور وہ باقی مسلمانوں کی طرح، جب وہ وصول کرے گا تو جتنا چاہے گا اپنے بیٹے کو دے گا۔ یہ بیت المال کا مسئلہ ہے مگر ذاتی امور میں امامؑ کی سخاوت کا یہ حال ہے کہ امیر شام جو کہ حضرت علیؑ کے مخالف تھا یہ کہتے ہوئے نظر آتا ہے کہ اگر حضرت علی علیہ السلام کے پاس دو کمرے ہوں اور ایک میں بھوسہ اور دوسرا سونے سے بھرا ہو تو ان کے لئے بخشش کے لحاظ سے دونوں یکساں اور برابر ہیں۔

(vi) کاغذ کا استعمال: حضرت علی علیہ السلام نے جو ہدایت نامہ/سرکلر اپنے نمائندوں کو جاری کیا اس میں لکھا: اپنے قلم کی نوک کو تیز کرو، لکھتے ہوئے سطروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ڈالیں اضافی حروف کو حذف کردیں، عبارت پردازی کی بجائے مطلب اور مدعا بیان کرنے پر اکتفاء کریں بہت زیادہ لکھنے اور زیادہ کاغذ استعمال کرنے سے پرہیز کریں چونکہ یہ کاغذ بیت المال سے ہیں اور بیت المال اتنے نقصان کا متحمل نہیں ہے۔(39)

عدالت کی قدر و قیمت

خطبہ نمبر۲۲۱(اردو ترجمہ مفتی جعفر حسین) میں مولا المومنینؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! مجھے سعدان (ایک کانٹے دار جھاڑی) کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق وزنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو۔ یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل والا واقعہ اور شہد میں گوندھا ہوا حلوہ لے کر آنے والے شخص کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم! اگر ہفت اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمانوں کے نیچے ہیں مجھے دے دیئے جائیں صرف اس بات کے عوض کہ میں چیونٹی سے جو کا ایک چھلکا چھین لوں تو کبھی ایسا نہ کروں گا یہ دنیا تو میرے نزدیک اُس پتی سے بھی زیادہ بے قدر ہے جو ٹڈی کے منہ میں ہو جسے وہ جبا رہی ہو۔"

قانون کی نظر میں سب برابر

1. بنی مخزوم کی عورت کا چوری کا واقعہ۔ اسامہ کو لوگوں نے سفارشی بنایا آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔اے اسامہ کیا تو واسطہ بنتا ہے کہ حکم خدا جاری نہ ہو؟ سابقہ امتوں کی بدبختی اور ہلاکت کا راز یہی تھا کہ جب کبھی امیر اور اشراف جرم کرتے تو حکم الٰہی ان پر جاری نہ ہوتا لیکن جب غریب اور عام افراد جرائم کرتے تو انہیں سخت سزا دی جاتی۔
2. مدینے میں کسی مسلمان کے گھر چوری ہو گئی چوری کے الزام میں دو افراد (ایک مسلمان اور ایک یہودی) کو گرفتار کیا گیا اور حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ مسلمانوں کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر ثابت ہو جائے کہ مسلمان نے چوری کی ہے تو مدینے کے یہودیوں میں ہماری عزت خاک میں مل جائے گی۔ لہٰذا وہ مل کر حضور ﷺ کی خدمت آئے اور عرض کی یہ مسئلہ ہے آپ ﷺ

کوشش کریں کہ مسلمان بری ہو جائے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اب تک یہودیوں نے ہم پر کتنے مظالم ڈھائے ہیں اگر اس مسئلے میں ان پر ظلم ہو بھی گیا تو ان مظالم کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں ہے۔لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عدالت اور قضاوت کا مسئلہ گذشتہ تلخیوں سے جدا ہے۔آخرکار دونوں کے بارے میں تحقیقات ہوئیں۔ مسلمان کا جرم ثابت ہوگیا اور مسلمانوں کی خواہش کے برخلاف یہودی کو بری کر دیا گیا۔

3. **حضرت علی علیہ السلام نے مہمان کو گھر سے نکال دیا:** ایک شخص حضرت علیؑ کے ہاں مہمان ٹھہرا کچھ دیر کے بعد اُس نے آپ کے سامنے ایک تنازعے کا ذکر کیا جو اس کے اور ایک اور شخص کے درمیان پیدا ہوتا تھا۔آپؑ نے کہا اب تک تو میرا مہمان تھا لیکن اب چونکہ تو ایک فریق بن گیا ہے لہٰذا میرے ہاں سے چلے جاؤ کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: متنازع فریقین میں سے کسی کو مہمان نہ بناؤ مگر یہ کہ دوسرے فریق کو بھی مہمان بناؤ۔ مہمانی کا مسئلہ الگ ہے اور عدل وانصاف کا مسئلہ الگ ہے۔ مہمانی کی بنیاد جذبات واحساسات جبکہ فیصلے کی بنیاد قانون ہے۔(40)

4. **حضرت علی علیہ السلام کا مالیات اکٹھا کرنے والوں کو ہدایت:** اس بات کے پیش نظر کہ کسی کے ہاں مہمان بننے سے مالیات کو اکٹھا کرنے میں رعایت کا پہلو سامنے آئے اور یہ اثر انداز ہو۔آپ نے مالیات اکٹھا کرنے والوں کو ہدایت کہ: جب کسی علاقے اور قبیلے میں مال اکٹھا کرنے جاؤ تو کسی کے گھر میں نہ ٹھہرنا بلکہ کنوؤں (عمومی جگہوں) پر قیام کرنا پھر وقار وسکون کے ساتھ ان کی طرف جانا۔ کیونکہ تمہارا مہمان ٹھہرنا ممکن ہے لوگوں سے مالیات وصول کرنے پر اثر انداز ہو۔(41)

5. **عدالت پر اعتراض اور علی علیہ السلام کا عدالت سے چلے جانا:** حضرت عمرؓ کا زمانہ حکومت تھا ایک شخص نے قاضی کے پاس حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں عدالت میں حاضر ہوئے قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ گفتگو میں یہاں تک کہ دیکھنے اور نام پکارنے میں دونوں افراد سے یکساں طرز عمل اپنائے یہاں پر قاضی نے امامؑ اور دوسرے فرد کے درمیان نام پکارنے میں امتیاز برتا۔امامؑ کو احترام اور کنیت سے پکارا جبکہ دوسرے کو سادہ نام سے پکارا۔امامؑ غصے میں

آگئے اور عدالت سے باہر نکل گئے اور فرمایا قاضی کو طرفین میں نام کہنے میں کوئی فرق نہ رکھے تو نے فرق رکھا ہے یہ اسلامی عدالت نہیں ہے۔(42)

6. **حضرت علی علیہ السلام کا اپنے خلاف فیصلہ قبول کرنا:** حضرت علی علیہ السلام کے دور میں یہودی کے ساتھ زرہ کے مسئلے پر مقدمہ عدالت میں پیش ہوا جس کے فریق خود آپؑ تھے۔ قاضی نے اسلامی اصولوں کے تحت فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ یہودی اصل معاملہ کو جانتا تھا اس نے اسلامی عدالت کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

اپنے مقام و منصب سے سوء استفادہ ممنوع:

1) حضرت علی علیہ السلام نے اپنی حکومت کے مرکز میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا" اے کوفہ والو! اگر تم دیکھو کہ میں شہر سے باہر نکلا ہوں اس حالت میں کہ میری وضع قطع پہلے سے تبدیل ہے مثلاً میرا لباس، خوراک، سواری یا غلام پہلے سے بہتر ہے تو سمجھ لینا کہ میں نے حکومت میں رہتے ہوئے خیانت کی ہے۔(43)

2) **بازار سے چیز نہ خریدنا اگر خریدنا تو ناواقف سے:** حضرت علی علیہ السلام بازار سے خود چیز نہیں خریدتے تھے یا خریدتے تو ان افراد سے جو آپ کو نہیں جانتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکمرانوں یا بڑے لوگوں کو دکاندار اچھی کوالٹی کی چیز ارزاں قیمت پر دیتے ہیں۔ مولا نہیں چاہتے کہ اس معاشرے میں کچھ لوگ تو بہترین چیز کم قیمت پر خریدیں اور عام لوگوں گھٹیا چیز مہنگے داموں خریدیں۔

ایک دفعہ آپؑ بازار میں گئے ایک دکان سے کپڑے کی قیمت پوچھی اُس نے کہا۔ اے امیر المومنینؑ یہ دام ہیں۔ آپؑ سمجھ گئے کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے دوسری دکان پر گئے وہاں سے کپڑا خریدا۔ بعد میں دکاندار آیا اور اُس نے کہا کہ مولاؑ دکان پر میرا بیٹا تھا اُس ریٹ کا پتہ نہیں تھا اُس نے مثلاً ۵ روپے فی گز زیادہ قیمت وصول کی ہے میں وہ رقم واپس کرنے آیا ہوں آپؑ نے فرمایا میں نے اپنی رضا مندی سے اُس قیمت پر کپڑا خریدا ہے لہٰذا واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

*****

حوالہ جات

1۔ سورہ بقرہ۔ ۱۴۳

2۔ (سورہ نحل۔ ۹۰)

3۔ بقرہ۔ ۲۱۹

4۔ فاطر۔ ۳۱

5 ۔ آل عمران۔ ۷۵

6 ۔ سورہ بقرہ۔ ۱۹۱

7 ۔ سورہ اسراء/ بنی اسرائیل۔ ۳۳

8 ۔ سورہ بقرہ۔ ۱۹۴

9 ۔ سورہ مائدہ۔ ۸

10 ۔ سورہ بقرہ۔ ۱۷۹

11 ۔ سورہ مائدہ۔ ۴۵

12 ۔ کلینی، ابو جعفر محمد بن یعقوب، الاصول من الکافی۔ ج ۲، ص ۸۶، ح ۲

13 ۔ کافی ج ۲، ص ۸۶، ح ۱

14 ۔ نہج البلاغہ / حکمت۔ ۳۴۷

15 ۔ الحرانی، ابو محمد حسن بن علی بن حسین بن شعبہ: تحف العقول عن ال الرسول وصایا امیر المومنین علیہم السلام ص ۸۴، موسسۃ النشر الاسلامی (۱۴۰۴ ہجری

16 ۔ فرقان۔ ۶۷

17 ۔ بنی اسرائیل۔ ۲۹

18 ۔ نساء۔ ۳

19 ۔ نہج البلاغہ۔ ص ۲۱۷

20 ۔ الصدر، محمد باقر، اقتصادنا، ص ۴۲۰، دار الفکر ۱۹۶۹ء بیروت

21 ۔ خط مالک اشتر کا نام، مکتوب نمبر ۵۳
22 ۔ ہود۔ ۸۵
23 ۔ انعام۔ ۱۴۱
24 ۔ اعراف۔ ۳۱
25 ۔ طٰہٰ۔ ۸۱
26 ۔ خطبہ ۱۹۳، متقین کی صفات
27 ۔ نحل۔ ۱۱۴
28 ۔ جامع السادات، ج ۲، ص ۲۲۳
29 ۔ نظام الاسلام ایساسی۔ ص ۷۱۔ باقر شریف قریشی
30 ۔ مدرکِ عبدالواحد غرر الحکم ودرر الکلم، ج ۲، ص ۵۱۳، چاپ تہران
31 ۔ کلمات قصار ۳۴۷
32 ۔ سورہ روم۔ ۱۹
33 ۔ شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، ج ۱۶، ص ۴۰۸، دار الکتب الاسلامیہ۔ تہران
34 ۔ حدید۔ ۲۵
35 ۔ نہج البلاغہ۔ ۱۲۶
36 ۔ مائدہ۔ ۵۴
37 ۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، تاریخ امیر المومنین، باب مکارم اخلاقہ، ج ۴۱، ص ۱۳۶، موسسۃ الوفاء بیروت
38 ۔ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۱۵
39 ۔ بحار۔ ج ۴۱، ص ۱۰۵
40 ۔ حر عاملی، شیخ محمد بن الحسن (۱۱۰۶ھ)، وسائل الشیعہ الی تحصیل سائل الشرایعۃ کتاب القضاء ابواب آداب القاضی، ج ۱۸، ص ۱۵۷، ح ۲، دار احیاء التراث العربی بیروت
41 ۔ نہج البلاغہ۔ خط ۲۵
42 ۔ صوت العدالۃ الاسلامیہ /
43 ۔ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۳۷